

ہیں۔ اس صورت میں ہر نکاح کی رجسٹری کے لیے یا تو دولہا دلہن کو گواہوں اور اولیا سمیت کسی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا یا پھر کافی خرچ کر کے عدالت کو اپنے دروازہ پر بلانا پڑے گا۔ یہ رجسٹری کو لازم قرار دینے کا قدرتی نتیجہ ہے جو کچھ عرصہ کے بعد لازماً ظاہر ہو کر رہے گا۔ کمیشن نے پہلے اس رسم و راہ سے ہمیں آگاہ کرنا چاہا ہے۔ اگر ہم نے اس کو قبول کر لیا تو اس کو توقع ہے کہ آگے چل کر آپ عدالتوں میں حاضر ہو کر نکاح بندنا بھی منظور کر لیں گے۔

۵۔ ہماری دیہی آبادی جس میں مرد جو سادہ طریقہ کا نکاح پڑھانے والے بھی مشکل ہی سے ملتے ہیں، اس طریقہ نکاح کے نافذ ہو جانے کے بعد ایک ناقابل برداشت مصیبت میں مبتلا ہو جائیگی۔ کوئی شخص آسانی کے ساتھ نکاح پڑھانے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ اول تو ارکان کمیشن کا ”معیاری نکاح نامہ“ اور معاہدہ نکاح غالباً اتنا پیچیدہ ہوگا کہ اس کی خانہ پری کے لیے کسی وکیل کی خدمات مطلوب ہونگی۔ ثانیاً نکاح خواں کو ہر وقت یہ اندیشہ ہوگا کہ معلوم نہیں کس نکاح میں وہ پانچ سو روپے جرمانہ کی زد میں آجائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو شخص اپنے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنا چاہے گا اسے شہروں سے پیشہ ورنہ نکاح خواںوں کی خدمات حاصل کرنی ہوں گی اور اس کے لیے وہ سارے پانچ سو روپے پڑھانے پڑیں گے جو آج ایک وکیل حاصل کرنے کے لیے بیٹے پڑتے ہیں۔

شادی کی عمر | کمیشن کی سفارش ہے کہ کمسنی کی شادیوں کو روکنے کے لیے اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکے اور سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی قانوناً ناجائز قرار دے دی جائے۔

کمیشن نے اپنی اس سفارش کی تائید میں پہلی دلیل یہ دی ہے کہ قرآن میں یمیں کو ان کا مال سپرد کرنے کے متعلق یہ ہدایت آئی ہے کہ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ اَلَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (ربان مک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، تو اگر تم ان میں سوچ بوجھ پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو)۔ کمیشن نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مال سپرد کرنے کے لیے صرف بلوغ کی نہیں بلکہ مزید صلاحیت پیدا ہونے کی قرآن نے قید لگائی ہے تو نکاح کا معاملہ تو مال کے مقابل میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس لیے اگر ہم شادی کے لیے بلوغ سے کچھ زیادہ عمر کی قید لگا دیں تو یہ ایک بالکل معقول

بات ہوگی۔

لیکن مجھے ان لوگوں کی قرآن فہمی پر حیرت ہوتی ہے کہ جب قرآن نے خود بلوغ کو لفظ "نکاح" یعنی شادی کی عمر سے تعبیر کیا ہے تو اب اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کس دلیل کی ضرورت باقی رہ گئی کہ شادی کی عمر بلوغ ہے۔ یہ تو بلوغ کے عمر نکاح ہونے پر ایک ایسی نص صریح ہے کہ اس کے بعد کسی بحث و اختلاف کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی۔

رشد کے معنی یہاں معاملات کی سوجھ بوجھ اور انتظامی صلاحیت کے ہیں۔ اسلوب کلام دلیل ہے کہ یہاں اس کا ذکر بلوغ کے بعد ایک مزید شرط کے طور پر آیا ہے۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ معاملہ کاروبار کی دیکھ بھال کا تھا کسی نفیم کو اس کے کاروبار کا چارج دیتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ بالغ ہو گیا ہے بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو منبھال بھی سکے گا یا نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بالغ ہو چکنے کے باوجود ابھی ایسا اٹھارویں پر ہوا ہو کہ کاروبار کے انتظام و انصرام کی طرف اس کا ذہن متوجہ ہی نہ ہوتا ہو۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کی شادی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ شادی نہ کرنے کی صورت میں اس کا بڑا اندیشہ ہے کہ وہ کسی غلط راستہ پر پڑ جائے اور پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جائے۔ برخلاف اس کے اگر اس کی شادی کر دی جائے تو بہت ممکن ہے کہ یہ چیز اس کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کر دے اور وہ نہ صرف اپنی بیوی کے لیے ایک اچھا شوہر ثابت ہو بلکہ اپنی جائداد اور اپنے کاروبار کا ایک عمدہ منتظم بھی بن جائے۔ اس وجہ سے کمیشن نے یہ کوئی اچھا اجتہاد نہیں فرمایا کہ ہر شخص کی شادی انتظامی صلاحیت کے ساتھ باندھ دی جائے۔

پھر کمیشن نے یہ کیسے اندازہ کیا کہ ہر لڑکے کے اندر ۱۸ سال کی عمر میں ہی رشد پیدا ہوا کرتا ہے کتنے ہیں جو اس سے کم عمر میں صاحب رشد ہو جاتے ہیں اور کتنے ہیں جو بیس بائیس بلکہ پچیس سال تک بھی اٹھارے اٹھریں رہتے ہیں۔ اگر رشد بھی شادی کے لیے ایک ضروری شرط ہے تو اٹھارہ سال کی عمر اس کے لیے ہرگز کوئی موزون عمر نہیں ہے۔ پھر تو تیس سال کی عمر سب سے زیادہ موزون رہے گی۔

کمیشن کی یہ معمری دلیل یہ ہے کہ شادی کی عمر مقرر کر دینا قرآن یا حدیث میں کہیں ممنوع نہیں ہے اس لیے

ہم کو یہ حق حاصل ہے کہ ہم اس کی تعیین کر دیں۔

کمیشن نے یہاں اپنے اس اصول اجتہاد کو استعمال کیا ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ یہ اصول خود کمیشن کے الفاظ میں یوں ہے کہ "جو چیز قطعی اور غیر مشروط طور پر کسی واضح حکم کے ذریعہ سے ممنوع نہیں ہے وہ جائز ہے۔ چونکہ قرآن اور حدیث میں کہیں واضح اور قطعی طور پر اس بات کی ممانعت نہیں ہے کہ شادی کی عمر کی تعیین نہ کی جائے اس لیے کمیشن نے تعیین کر دی ہے۔ کمیشن کے اس اصول کی غلطیاں وضاحت کے ساتھ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایک سوال میں یہاں ارکان کمیشن سے پوچھتا ہوں کہ کیا سولہ یا اٹھارہ سال سے کم عمر میں شادی کرنے کی قرآن یا حدیث میں کہیں ممانعت ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو آپ کے اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ جائز ہے اس جائز کو آپ حرام کیسے کر سکتے ہیں؟ غیر مقید کو مقید کرنے، غیر مشروط کو مشروط بنانے اور مباح کو ممنوع کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟

غالباً کمیشن نے اپنے اس اصول اجتہاد کی لغویت خود بھی محسوس کی ہے اس وجہ سے اس کو سہارا دینے کے لیے خود اپنے ہی ایجاد کردہ ایک دوسرے اصول سے کام لیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اسلام کو کسی کی شادیوں کی ممانعت تو نہایت واضح اور قطعی الفاظ میں کرنی تھی لیکن چونکہ سوسائٹی اس وقت اپنے دور طفولیت میں تھی اور سوسائٹی کے اس دور میں کسی کی شادیاں زیادہ ضررناک نہیں ہوتیں اس وجہ سے اسلام نے اس وقت اس کی ممانعت نہیں کی بلکہ اس کام کو آئندہ پر اٹھا رکھا کہ جب خلیفہ عبدالحکیم صاب امدان کی شریک کار بیگمات کا دور سعادت و کمال اس دنیا پر جلوہ نغن ہو گا تو اس باب میں دین کی تکمیل ہو جائے گی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "کسی کی شادیوں کی ممانعت کسی خاص واضح حکم کے ذریعہ سے اس سبب سے نہیں کی گئی کہ معاشرتی ارتقاء کے ایک خاص دور میں یہ چیز کچھ زیادہ ضررناک نہیں ہوتی؟" میں تھوڑی دیر کے لیے کمیشن کا یہ نقطہ نظر تسلیم کیے لیتا ہوں کہ اسلام کے ظہور کے وقت انسانی معاشرہ اپنے دور طفولیت میں تھا۔ لیکن یہ بات میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ اس کا کیا سبب تھا کہ اس وقت کے معاشرہ میں سولہ اور اٹھارہ سال سے کم عمر کی شادیاں مضر نہیں ہوتی تھیں لیکن اب وہ مضر ہو گئی ہیں

کیا اس کا سبب یہ ہے کہ سوسائٹی کے اس دو طبقہ میں لڑکے اور لڑکیاں سولہ اور اٹھارہ سال سے پہلے بالغ ہو جاتے تھے اور اب اس دورِ کمال کے لڑکے اور لڑکیاں سولہ اور اٹھارہ سال سے پہلے بالغ ہی نہیں ہوتے؟ یا اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت کے لڑکوں اور لڑکیوں میں عفت اور پاکدامنی کا احساس مفقود تھا اور اب یہ احساس اتنا طاقتور ہو گیا ہے کہ مجال نہیں کہ سولہ یا اٹھارہ سال سے پہلے کسی لڑکے یا لڑکی کو جنسی جذبہ کسی بے راہ روی میں مبتلا کرے؟ یا اس کا سبب یہ ہے کہ معاشرہ کے ابتدائی دور میں جیا، عفت اور پاکدامنی کے کچھ احمقانہ تصورات پائے جاتے تھے جس کے سبب سے اس دور کے لوگ بہت جلدی لڑکوں اور لڑکیوں کو نکاح کے بندھن میں باندھ دیتے تھے اور اب چونکہ تعلیم و تہذیب کی ترقی سے ان اودھام کا پوری طرح انزال ہو چکا ہے اس وجہ سے کم از کم سولہ اور اٹھارہ سال سے پہلے ان کی آزادی پر کسی قدغن کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے؟

کمیشن نے چونکہ ان سوالات کو صاف نہیں کیا ہے اس وجہ سے میرے لیے یہ متعین کرنا مشکل ہے کہ وہ کس سبب سے کمسنی کی شادیوں کو اسلام کے ابتدائی معاشرہ میں تو جائز مانتا ہے لیکن اب اس معاشرہ میں اس کو حرام ٹھہرانا چاہتا ہے۔ اگر کمیشن اپنے عہد کے معاشرہ کے متعلق کسی حسن ظن میں مبتلا ہے تو اس کے اطمینان کے لیے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امریکہ کے انسانی جنرل، ٹام کلارک نے فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن اسٹیسکس کے حوالہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ قتل، فریب اور زنا کے جرائم میں سب سے زیادہ اوسط سنہ سال کے نوجوانوں کا ہے۔ خصوصاً زنا کے جرائم میں ان کا تیس فیصد حصہ ہے۔ یہ صرف ان نوجوانوں کا اوسط ہے جو زنا کے جرم میں گرفتار ہوئے ہیں۔ اور اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکیوں کا اوسط انہی کارناموں میں دوسری جنگ عظیم کے بعد اس نے اس کا نگہا بیان کیا ہے۔ اور اگر صرف جنسی جذبہ کے صحابات کا اندازہ کرنا ہو تو کمیشن کو KINSAY REPORTS کے پڑھنے کا مشورہ دوں گا۔ اس سے کمیشن کو معلوم ہو گا کہ موجودہ مغربی سوسائٹی میں یہ جذبہ پانچ سال کی عمر ہی سے اپنا فعل شروع کر دیتا ہے اور سولہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے تو وہ طوفان بپا ہوتا ہے اور اس کے وہ کارنامے مغربی سوسائٹی میں نمایاں ہو رہے ہیں کہ ہم اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کمیشن کس

اعتبار سے کمسنی کی شادیوں کو موجودہ معاشرے کے نمایان نشان نہیں خیال کرتا۔

ممکن ہے کسی کو یہ گمان ہو کہ موجودہ معاشرہ میں آدمی کو تعلیمی مراحل سے گزرنے میں کافی زمانہ لگتا ہے اور جب تک آدمی ان تمام مراحل سے گزر نہ لے اس کو قید نکاح میں جکڑ دینا معاشرہ کی ترقی کو روک دینے کے ہم معنی ہے۔ میرے نزدیک یہ خیال بھی کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ہمارے معاشرہ میں کمسنی کی شادیوں کا رواج بہت کم ہے۔ بلکہ تعلیم یافتہ امد شہری طبقات میں تو ایک عرصہ سے یہ تنکایت بڑھ چکی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ بہت سی لڑکیاں شادی کے خیال ہی سے مستغنی ہو جاتی ہیں۔ ایسے معاشرہ میں اس طرح کا قانون بنانا ظاہر ہے کہ بالکل تخیل حاصل ہے۔ اس سے اگر رکاوٹ عائد ہوگی تو ان طبقات پر عائد ہوگی جو دیہاتوں میں غریبانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور لڑکی یا لڑکے کے بلوغ کے بعد اس کی شادی کی نگرانی میں لگ جاتے ہیں۔ آخر آپ ان کے ایک معقول کام میں کس مقصد کے لیے روکاوٹ پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہماری دیہاتی آبادی میں بھی کم سن کی شادیوں کا رواج ان معنوں میں نہیں ہے جن معنوں میں اس کا رواج پہلے ہندوؤں میں تھا۔ بلکہ وہ جن بلوغ کے بعد ہی شادیاں کرتے ہیں۔ اور اگر ہمارے ملک کے کسی حصہ میں کسی وجہ میں بھی اس کا رواج ہے تو اس کو تعصیم کی ترقی کے ذریعہ سے نہایت آسانی سے رد کیا جاسکتا ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر کام کے لیے قانون کا لٹھ ہی گھمایا جائے۔

اب وہ نقصانات ملاحظہ فرمائیے جو نکاح کے لیے ایک خاص عمر از روئے قانون مقرر کر دینے کے بعد افراد اور سوسائٹی کو پہنچیں گے۔

۱۔ اس کا سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ جو چیز اسلام میں جائز ہے وہ ہمارے ملکی قانون میں حرام ہو جائے گی۔ ہماری عدالتیں ایسے نکاحوں کو جو قانون کی مقرر کردہ عمر سے پہلے ہو جائیں، جائز تسلیم نہ کریں گی۔ ایسے نکاحوں سے جو اولادیں پیدا ہوں گی ان کو وہ حرامی ٹھہرائیں گی اور پیدی میراث میں ان کو حصہ نہ دیں گی۔ یہ ساری باتیں صریحاً اسلام کے خلاف ہیں اور اسلام کے ساتھ ہمارے ملکی قانون کا یہ تضاد ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لیے نہایت ہلک ہو گا۔

۲۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگر نکاح کے لیے ایک خاص عمر مقرر کی گئی تو یہ بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ پیدائش کی رجسٹری ر BIRTH REGISTRATION ابھی اندرون کے قانون لازمی قرار دی جائے۔ یہ چیز لوگوں پر عموماً اور ہماری دیہاتی آبادی پر خصوصاً ایک ایسا بوجھ بنے گی جس کو ہر شخص محسوس کرے گا اور ان لوگوں پر لعنت بھیجے گا جو یہ اصرار غلال اور یہ تنیدیں اور پابندیاں بڑھانے کا باعث بنیں گے۔

۳۔ اس سے ہمارے معاشرہ میں عموماً اور دیہاتی آبادی میں خصوصاً زنا اور اغوا وغیرہ کی وارداتیں بہت بڑھ جائیں گی۔ غرباء اور فرار عین کا طبقہ اپنے مالکوں، ان کے کارندوں اور بااثر شریروں کی طرف سے اپنے ناموس کے معاملہ میں ہمیشہ خطرہ میں رہا ہے۔ یہ ایک بڑا سبب تھا اس بات کا کہ وہ لڑکیوں کے نکاح سے جلدی سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ اس قانون کے بن جانے کے بعد وہ اپنے ناموس کی حفاظت کے معاملہ میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پائے گا۔ موجودہ حالات میں تو وہ اپنے ناموس کی حفاظت کی واحد تدبیر اسی کو سمجھتے تھے کہ بالغ ہوتے ہی لڑکی کا نکاح کر دیں۔ اب سولہ برس کی عمر تک لڑکیوں کا نکاح تو نہ ہو سکے گا، البتہ وہ زور آور لوگوں کے ناجائز تصرفات کی تحفہ مشتق بنتی رہیں گی۔

۴۔ ہمارے اندر لاکھوں آدمیوں کو جو مشکلیں پیش آئیں گی ان کا ایک ہلکا سا تصور اپنے ذہن کے اندر پیدا کرنے کے لیے چند مثالوں پر غور فرمائیے۔ فرض کیجیے، ایک غریب آدمی ہے اس کے پاس مرٹل کی کمی ہے، اس کے متعدد بالغ لڑکے اور لڑکیاں موجود ہیں جن کے نکاح کی ذمہ داریوں سے وہ عہدہ برا ہونا چاہتا ہے۔ آج اسے کوئی موزوں رشتہ مل رہا ہے لیکن وہ اپنے کسی لڑکے یا لڑکی کا نکاح محض اس وجہ سے نہیں کر سکتا کہ ان کا عمریں اٹھارہ یا سولہ سال سے کم ہیں، بعد میں نہ تو ملا ہوادہ مزدوں رشتہ ہی باقی رہے گا نہ اس کے موجودہ وسائل ہی اس کا ساتھ دے سکیں گے۔ ایک شخص کسی بہک بیماری میں مبتلا ہے، اسے اپنی زیست کی توقع نہیں ہے، اس کی بالغ لڑکی ہے، اسے اندیشہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ لڑکی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں گے۔ وہ چاہتا ہے کہ لڑکی کے نکاح سے فارغ ہو جائے تاکہ دنیا سے اطمینان اور سکون سے رخصت ہو۔ لیکن وہ محض اس وجہ سے اپنی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا کہ لڑکی اندرون کے قانون ابھی سولہ سال کی عمر کو نہیں پہنچی ہے۔ ایک بیوہ ہے

اس کی ایک بالغ لڑکی ہے، اس کا کوئی اور ولی و وارث نہیں ہے جس کے اعتماد پر وہ لڑکی کو گھر میں روک سکے۔ اسے اندیشہ ہے کہ اگر وہ جلد ہی کسی بھلے مانس کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ پکڑا نہ دے تو ممکن ہے لڑکی غنڈوں کے ہتھے چڑھ جائے۔ لیکن وہ محض اس وجہ سے یہ قدم نہیں اٹھا سکتی کہ آپ کا قانون سولہ سال کی عمر سے پہلے اس کو لڑکی کا نکاح کرنے سے روکتا ہے۔ ایک خدا ترس اور بااخلاق مسلمان ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کا لڑکا بُری صحبت میں پڑ کر خراب ہو رہا ہے، اسے توقع ہے کہ اگر وہ اس کا کہیں نکاح کر دے تو شاید وہ سنبھل جائے۔ لیکن وہ اس کی جرات محض اس وجہ سے نہیں کر سکتا کہ لڑکے کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہے۔ اس طرح کی بیسیوں شکلیں آپ فرض کر سکتے ہیں اور یہ محض مفروضات نہیں ہیں بلکہ یہ مفروضات کل واقعات نہیں گئے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کو ان تلخ تجربات سے سابقہ پیش آئے گا اور ان کے نتیجے میں جو نقصان ابھریں گے وہ پوری قوم میں پھیلیں گے۔

۵۔ اس سے ہماری قوم کے اخلاقی زوال کی رفتار (جواب بھی خاصی تیز ہے) تیز سے تیز تر ہو جائیگی۔ اسکولوں، کالجوں اور ہوشیاری کی فضا خراب سے خراب تر ہو جائے گی۔ سینماؤں اور تہذیب خانوں کی رونق آج کی نسبت کہیں زیادہ ہوگی۔ جنسی تسکین کے خلاف فطرت اور مضر صحت طریقے نوجوانوں میں عام ہو جائیں گے۔ بے پردگی اور بے حیائی، عریانی اور نجاشی کے رجحانات میں دن دوئی رات چوگنی ترقی ہوگی۔ زنا اور اغوا کی وارداتوں میں اس سے کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔ یکیش کی سفارشات مقررہ عمر سے پہلے نکاح پر تو قدغن لگاتی ہیں، مگر زنا پر کسی قدغن کا نخیل ان میں نہیں پایا جاتا۔

۶۔ اس کے سبب سے وہ سارے لوگ مبتلائے گناہ ہونگے جن کی بالغ اولادیں اس قانون کے باعث کسی قفسہ میں پڑیں گی اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه	جس کو خدا اولاد دے اسے چاہیے کہ وہ اس کا اچھا
فاذا بلغ فليزوجہ فان بلغ ولہ ینزوجہ	نام رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے اور جب بالغ
فاصاب اثما فانما اثمہ علی بابہ	ہو جائے تو اس کی شادی کر دے۔ اگر وہ بالغ ہو
(مشکوٰۃ)	جائے تو اس کی شادی نہ کی جائے اور اس کے سبب